۱۸۶۶ء کے لگ بھگ ہوگا۔

۲۲ ۔ سنین عمر کے ستّر ہوئے شمار برس
بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس

غالبؔ کا سالِ ولادت ۱۷۹۷ء ہے۔ اس طرح یہ شعر ۱۸۶۷ء میں کہا گیا ہوگا۔ ہجری حساب سے ستّر برس ۱۲۸۲ھ (۶۶-۱۸۶۵ء) میں پڑیں گے۔

۲۳ ۔ آج یک شنبے کا دن ہے آؤ گے ؟
یا فقط رستا ہمیں بتلاؤ گے

خمخانۂ جاوید جلد اوّل ص ۸۱ میں لالہ سری رام نے لکھّا ہے کہ پیارے لال آشوبؔ دہلی میں ہوتے تھے تو کوئی ہفتہ مرزا صاحب کی ملاقات سے خالی نہ جاتا تھا۔ دیر ہو جاتی تو مرزا ایک نہ ایک شعر لکھ کر آشوبؔ کے پاس بھیج دیتے" جس کا مضمون حسنِ طلب ہوتا۔" ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔ غالبؔ نے دسمبر ۱۸۶۷ء کو ازالۂ حیثیتِ عرفی کا مقدّمہ دائر کیا تھا اس مقدّمے میں پیارے لال آشوبؔ (جو ابھی ۳۶ سال کے بھی نہ تھے) گواہوں میں سے ایک تھے۔ شاید یہ شعر اُنھی دنوں کا ہو۔

مندرجۂ بالا اشعار کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ یہ غالبؔ کی شوخیِ طبع اور حاضر دماغی کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی قدر و قیمت اس پر منحصر ہے کہ یہ غالبؔ کے کہے ہوئے ہیں۔ اور یہ کسی نہ کسی واقعے کی نشان دہی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

دیوانِ غالبؔ

طبعِ اوّل

غالبؔ، میجر جان جاکوب بہادر (جان جیکب) کو، مطبع سیّد الاخبار کے بارے میں کچھ اطلاعات بہم پہنچاتے ہوئے، ایک خط[۱] میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔۔ دیوانِ ریختہ کہ ورنا تمامی تمام است، عجب نیست کہ هم دریں ماه بہ تمامی و آنگاه بنظرگاهِ سامی رسد۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

(ترجمہ: (میرا) دیوانِ اُردو بھی جو باوجود ادھورا ہونے کے، مکمّل ہے، عجب نہیں اسی مہینے میں (اسی مطبع سے) تمام ہو کر آپ کی نگاہِ عالی سے گزرے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

اس خط سے دو باتیں سامنے آتی ہیں: اوّل یہ کہ دیوان چھپ رہا ہے۔ دوّم یہ کہ دیوان اگرچہ ادھورا ہے تاہم مکمّل ہے یعنی منتخب ہے۔ سرورق کے مطابق، بالآخر دیوان شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۱ء میں چھپ گیا۔ دیوان کے ص ۱۰۴ پر ایک رباعی درج

۱؎ پنج آہنگ، طبع اوّل ۱۸۴۹ء، ص ۳۸۸

ہے ہے

ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم　　آثارِ جلالی و جمالی باہم
ہوں شاد نہ کیوں اسفل و عالی باہم　　ہے اب کے شبِ قدر و دوالی باہم

عرشی صاحب مرحوم اس رباعی کے پیشِ نظر لکھتے ہیں[1] :

"......... شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۴۱ء) میں میرزا صاحب کا دیوان اس مطبع (سید الاخبار) میں چھپنا شروع ہوا، اور ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر) تک زیرِ طبع رہا۔ تاریخِ آغاز سرورق پر مذکور ہے اور ۲۷ رمضان تک، اختتام نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ رباعی بھی شامل ہے: ہے اب کے شبِ قدر و دوالی باہم ـــ اور از روئے حساب دوالی اور شبِ قدر کا اجتماع اسی تاریخ کو ہوا تھا ...."

مگر یہ دونوں دلیلیں ضعیف ہیں۔ دیوان کے سرورق پر یہ کہیں نہیں لکھا گیا کہ اکتوبر ۱۸۴۱ء طباعتِ دیوان کی تاریخِ آغاز ہے۔ اگر تاریخِ آغاز کی نشاندہی منظور ہوتی تو دن کا ذکر بھی ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح رباعی سے یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ شبِ قدر اور دیوالی کے اجتماع کی تاریخ گزر چکی ہے۔ اس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ چھوٹے بڑے آپس میں اس لیے خوش ہو کر گلے مل رہے ہیں کہ اب کے شبِ قدر اور دیوالی بھی ایک ہی تاریخ کو باہم بغل گیر ہونے والی ہیں۔ رباعی یقیناً ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر) سے پہلے کہی گئی ہوگی۔ ایسا ہونا اگر ناممکن نہیں تو دور از قیاس ضرور ہے کہ طباعت سے مہینوں پہلے مسودے کی کتابت کرائی گئی ہو اور طباعت کے دوران میں یکایک ایک رباعی کا اضافہ کر دیا گیا ہو۔ چھپے ہوئے دیوان میں یہ رباعی جس مقام پر ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام مسودہ ایک ہی قلم سے سلسلہ وار لکھا گیا تھا۔

---

[1] دیوانِ غالب نسخۂ عرشی اشاعتِ دوم مقدمہ ص ۱۲۷

دیوان میں درج شعروں کی تفصیل یہ ہے :

غزلیات کے اشعار	۹۹۸
۲ مصرعے جو غزل میں چھپنے سے رہ گئے مگر غلط نامہ میں موجود ہیں[1]	۱
میزان (اشعارِ غزلیات)	۹۹۹
قصیدوں، قطعوں، رباعیوں کے اشعار	۹۷
میزان	۱۰۹۶

ص ۵۹ پر چھپے ہوئے ۳ شعر حقیقت میں قطعے[2] کے ہیں جو ص ۱۰۰ پر درج ہے اور اس میں شامل ہیں۔ اس طرح مجموعی تعدادِ اشعار ۱۰۹۳ رہ جاتی ہے۔ اب اگر معلوم ہو کہ یہ ۱۰۹۳ اشعار، کم از کم، ۲۹۷۵ اشعار سے منتخب کیے گئے ہیں[3] تو سمجھ میں آجاتا ہے کہ غالب نے اپنے "دیوانِ ریختہ" کو "در تا تمامی، تمام" کیوں کہا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ دیوان صرف چھاپنے کی حد تک مکمل ہے حقیقت میں مکمل نہیں کیونکہ منتخب ہے۔

غالب کے دیوانِ ریختہ کے پانچوں ایڈیشنوں میں ان کا فارسی میں لکھا ہوا دیباچہ شامل ہے مگر اس پر تاریخِ تحریر درج نہیں ہے۔ دیوانِ غالب (نظامی[4] بدایونی طبعِ ثانی)

---

[1] دیوانِ غالب طبعِ اوّل ص ۱۹۔ غزل کا پہلا مصرعہ یہ ہے "یک ذرّہ زمیں نہیں بے کار باغ کا"

[2] "کلکتّہ کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں" معلوم ہوتا ہے اس شعر کو قطعے سے الگ کر کے، باقی تین شعروں کو غالب نے عمداً غزلوں میں درج کیا تھا بعد میں مکمّل قطعہ بھی شامل کر لیا۔ مگر غزلوں سے تین شعر خارج کرنا بھول گئے۔ بعد کے ایڈیشنوں میں یہ غلطی درست کر لی گئی ہے

[3] دیکھیے۔ ۱۸۱۲ء سے ۱۸۳۳ء تک کے اشعار = ۲۹۴۸ + (۱۸۳۴ء سے ۱۸۴۱ء تک کے اشعار) ۲۷ = ۲۹۷۵

[4] اردو دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں۔ ۱۹۲۳ء ص ۵، اور متنِ دیوانِ غالب سے ایک صفحہ پہلے

میں پہلی بار یہ تاریخ درج کی گئی ہے۔ نظامی اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں۔

"اس مرتبہ اس سے بھی زیادہ پرانا ایک قلمی نُسخہ ہاتھ آیا جو اصل دیوان سے نقل کیا گیا ہے جس کو پہلی مرتبہ غالب نے ۱۲۴۸ھ میں مرتّب کیا تھا۔ یہ نقل جو ہمیں دستیاب ہوئی ہے اُسی زمانے کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک دیباچہ بزبانِ فارسی مصنّف نے لکھا ہے کہ جس کو ناظرین کے مطالعے کے لیے اس دیوان کے شروع میں بجنسہٖ درج کیا گیا ہے ------"

اس ایڈیشن میں غالب کے دیباچے کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے۔

"دیباچہ جو خود مصنّف نے وقتِ ترتیبِ دیوانِ ہذا بزبانِ فارسی لکھا ..."

آخر میں تاریخِ دیباچہ[1] اس طرح درج کی ہے :

"بست و چہارم شہر ذی قعدہ ۱۲۴۸ھ"

جو مطابق ہے ۱۶ اپریل ۱۸۳۳ء کے[2]

نظامی مرحوم کو وہ دیوان جس میں یہ دیباچہ مع تاریخ تحریر درج ہے کہاں سے ملا تھا؟ اس کی وضاحت ہمیں ڈاکٹر سیّد عبداللطیف کی کتاب میں شائع شدہ ایک خط کے ذریعے ملتی ہے جو نظامی مرحوم نے سر اکبر حیدری کے نام ۳ دسمبر ۱۹۲۷ء کو لکھا تھا[3]۔ نظامی فرماتے ہیں :

---

[1] اُردو دیوانِ غالب مع شرح نظامی۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں۔ ۱۹۲۳ء ص ۵۷ اور متنِ دیوانِ غالب سے ایک صفحہ پہلے

[2] گلِ رعنا کی تکمیل یکم ربیع الاوّل مطابق ۱۱ ستمبر ۱۸۲۸ء کو ہوئی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ دیوانِ ریختہ کی تکمیل بھی اُنھی دنوں ہوئی تھی اور اس پر غالب نے دیباچہ فارسی میں لکھا تو وہ یقیناً ۱۸۲۸ء ہی میں لکھا گیا ہوگا بعد میں نظرِ ثانی کر کے "بست چہارم شہر ذی قعدہ ۱۲۴۸ھ" (۱۶ اپریل ۱۸۳۳ء) تاریخ ڈال دی ہوگی۔

[3] غالب از ڈاکٹر سیّد عبداللطیف (انگریزی سے ترجمہ) مطبوعہ حیدرآباد۔ ۱۹۳۲ء ص ۱۳۵

"قلمی دیوان جو ۱۲۴۸ھ کے قریب کا لکھا ہوا مجھے ۱۹۱۸ء میں ملا تھا اور جس کا ذکر میں نے اپنے یہاں کے مطبوعہ دیوانِ غالب کے دوسرے ایڈیشن میں کیا ہے .... ایک مرحوم دوست (منشی احمد علی صاحب شوقؔ) کے ذریعے سے مجھے رام پور میں دستیاب ہوا تھا ----------"

چند لفظی ترامیم[1] سے قطعِ نظر نظامی بدایونی کا نقل کردہ دیباچہ وہی ہے جو آٹھ سال کے بعد (۱۸۴۱ء) سے شائع ہونے والے پانچوں ایڈیشنوں میں شامل ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ دیوانِ غالب لگ بھگ ۱۸۳۳ء کے پہلے سہ ماہے میں طباعت کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ اب ۱۶ اپریل ۱۸۳۳ء کو اس کا دیباچہ لکھ کر اسے کاتب کے حوالے کرنا تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ دیباچہ تو لکھا گیا مگر مسودہ کاتب کے حوالے نہیں کیا گیا شاید اس لیے کہ ابھی نواب ضیاء الدین احمد خان نیّرؔ و رخشاںؔ نے اس کی تقریظ مکمل نہیں کی تھی۔ یہ تقریظ ۱۲۵۴ھ[2] (۲۸ مارچ ۱۸۳۸ء تا ۱۷ مارچ ۱۸۳۹ء) میں مکمل ہوئی۔ اُس وقت اس میں غزل، قصیدہ، قطعہ، رباعی ملا کر کل اشعار "ایک ہزار و ہفتاد و اند" تھے[3]۔ یعنی ۱۰۷۰ سے کچھ اوپر (۱، ۲، ۳ سے ۹ تک کچھ بھی)۔ لیکن جب دیوان، دیباچہ و تقریظ کے ساتھ چھپنے کے لیے دیا گیا تو اس میں جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، ۱۰۹۶ اشعر[4] چھپے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۳۳ء تک دیوان کے اشعار ۱۰۷۱ تھے[5]۔ بعد میں ۲۵ اشعار کا اضافہ ہوا۔ جو ۲۷ شعروں میں سے لیے گئے تھے۔

---

[1] مثلاً طباعت کے وقت 'در خاکسترِ خویش' کو 'بہ خاکسترِ خویش'، 'کم مایہ' کو 'اندک مایہ' بنا دیا گیا ہے

[2] آثار الصنادید۔ مطبوعہ نولکشور جون ۱۸۷۶ء باب چوتھا ص ۸۵ "سنہ مقدسہ ہجریہ نبویہ ..... یک ہزار و دویست و پنجہ و چار ....."

[3] ایضاً   ایضاً   ایضاً ص ۸۶

[4] دیوانِ غالب (طبع اوّل)۔ تقریظ میں تعدادِ اشعار "ہزار و نود و ہشت اند" لکھا ہے، جو غلط ہے

[5] دیکھیے ۱۸۱۲ء سے ۱۸۴۱ء تک کے تم نشان والے اشعار

اس کے علاوہ تقریظ مشمولۂ دیوانِ مطبوعہ میں لفظی تغیّرہ و تبدّل بھی ہُوا اور مختلف اشاعتوں میں سنین اور تعدادِ اشعار میں ترامیم بھی ہوئیں۔

۱۸۳۳ء کے بعد جن ۲۵ اشعار کا اضافہ ہُوا وہ یہ ہیں

دیوانِ غالبؔ ص ۵۳	دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پانو[۲]	۹ شعر نسخۂ بدایوں ۱۸۳۸ء
״ ۵۸	تاہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا	۲ شعر حاشیہ ایضاً بعد از ۱۸۳۸ء
״ ۶۵	زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ	۱ شعر گلشنِ بے خار
״ ۸۴	ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے	۳ شعر اپریل ۱۸۳۵ء نسخۂ بدایوں۔ حاشیہ بعد از ۱۸۳۸ء
״ ۸۶	لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے	۴ شعر۔ ایضاً
״ ۱۰۰	گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری	۲ شعر۔ ایضاً
״ ۱۰۴	بھیجی ہے جو مجھ کو شاہِ جمجاہ نے دال	۲ شعر۔ ایضاً
״ ۱۰۴	ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم	۲ شعر "شبِ قدر و ودِالی باہم"
		۲۵ شعر ۱۸۴۱ء

مندرجۂ بالا سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں

---

[۱] ایک شعری ترمیم دلچسپ ہے۔ تقریظ میں شامل مثنوی کا تیسرا شعر آثار الصنادید میں اس طرح ہے

نہیں فرزند و نہ آبائے علوی نہیں شاگردِ روح القدس عالی

اس کے مصرعۂ ثانی کو دیوانِ غالبؔ (طبع اوّل) میں یوں کر دیا ہے ؎ دمِ روح القدسِ در کشفِ معنی، پھر بعد کی اشاعتوں میں یہ شکل دے دی ہے ؎ نہیں شاگردِ عقلِ کلِّ عالی

[۲] بے چارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی کعبے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہمن کے پانو

یہ شعر بعد میں متداول دیوانِ غالبؔ سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اس طرح اب متداول دیوان میں اس غزل کے ۹ کے بجائے ۸ شعر شامل ہیں

۱۔ دیوانِ غالبؔ اوّلین طباعت کے لیے لگ بھگ ۱۸۳۳ء کے پہلے سہ ماہے تک مکمل ہو چکا تھا

۲۔ اس میں ۱۰۷۱ اشعار تھے[۱]

---

[۱] اگر جدول میں، جو "تعارف" میں دی جا چکی ہے، دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ۱۸۳۳ء تک متداول دیوان کے لیے منتخب اشعار کی تعداد ۱۰۷۱ نہیں بلکہ ۱۰۷۳ ہے۔ تاہم دیوانِ غالبؔ کے پہلے ایڈیشن (۱۸۴۱ء) میں ۱۸۳۳ء تک ۱۰۷۱ اشعار ہی شامل کیے گئے تھے۔ یہ کیوں کر ہُوا۔ اس کے لیے "نگاہ" میں پورا "جمع خرچ" رکھنا پڑے گا۔ ملاحظہ کیجیے:

۱۸۳۳ء تک دیوان کے لیے منتخب اشعار کی تعداد — ۱۰۷۳

متداول دیوان میں قصیدہ "یک ذرّہ ....." کے ۲۸ شعر ہیں مگر پہلے ایڈیشن (ص ۹۵/۹۶) میں صرف ۲۵ شعر درج ہیں۔ اس طرح اشعار کم ہو گئے — −۳ / ۱۰۷۰

پہلا ایڈیشن ص ۲۹/۳۰ غزل "میرے بعد" کے ۸ شعر ہیں۔ متداول دیوان میں بعد ازاں یہ شعر اضافہ ہُوا ہے

خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی
اُن کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد

یعنی یہ شعر پہلے ایڈیشن میں نہیں — −۱ / ۱۰۶۹

یہ ۲ شعر بھی پہلے ایڈیشن میں نہیں ہے ؎

سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبہائے ہجراں کی

محابا کیا ہے؟ میں ضامن، اِدھر دیکھ
شہیدانِ نگہ کا خوں بہا کیا — −۲ / ۱۰۶۷

یہ شعر پہلے ایڈیشن (ص ۲۷) میں ہے مگر بعد میں حذف کر دیا گیا ؎

ہو کر شہیدِ عشق میں پائے ہزار جسم
ہر موجِ گردِ راہ، مرے سر کو دوش ہے — +۱ / ۱۰۶۸

قطعے کے شعر جو پہلے ایڈیشن میں ص ۵۹ اور ص ۱۰۰ پر دو بار چھپ گئے "کلکتہ کا جو ذکر کیا ..." — +۳ / ۱۰۷۱

پہلے ایڈیشن میں ۱۸۳۳ء تک کے کل منتخب اشعار — ۱۰۷۱

۳۔ یہ اشعار ۲۹۴۸ اشعار میں سے منتخب ہوئے تھے (بعد میں ۱۸۴۱ء تک کے فکر کردہ ۲۷ اشعار میں سے ۲۵ شعر مزید منتخب ہوئے۔ ان ۲۷ شعروں کے اضافے سے اس وقت تک کے کہے ہوئے اشعار کی تعداد ۲۹۷۵ ہوگئی)

۴۔ اس کا دیباچہ غالب نے ۱۶ اپریل ۱۸۳۳ء کو ختم کیا

۵۔ تقریظ نواب ضیاء الدین احمد خاں نیّر و رخشاں نے ۲۸ مارچ ۱۸۳۸ء اور ۱۷ مارچ ۱۸۳۹ء کے درمیان کسی وقت لکھی۔ قیاس غالب یہی ہے کہ ۱۸۳۸ء ہی میں لکھی

۶۔ طباعتِ دیوان کے وقت اس میں ۲۵ اشعار کا اضافہ ہوا اور کل شعر ۱۰۹۶ ہو گئے (کاتب نے ایک غزل کے دو مصرعے حذف کر دیئے تھے۔ جس کی وضاحت غلط نامہ میں موجود ہے۔ اس طرح اشعار جو متن میں درج ہیں، شمار میں ۱۰۹۵ ہیں مگر حقیقت میں ۱۰۹۶ ہیں۔ ۳ شعر دوبار درج ہو گئے۔ وہ کم کیے تو دیوان کا مواد ۱۰۹۳ اشعار پر مشتمل رہ گیا)

۷۔ دیوان اکتوبر ۱۸۴۱ء کو "دہلی میں سیّد محمّد خاں بہادر کے چھاپہ خانہ" (مطبع سیّد الاخبار) میں چھپا۔

دیوانِ غالب (طبع اوّل) بہت کم یاب ہے۔ جناب مالک رام فرماتے ہیں[1]:

"ایک کرم خوردہ نسخہ منشی مہیش پرشاد مرحوم کے پاس تھا۔ خدا معلوم اب کہاں ہے۔ خان بہادر سیّد ابو محمّد مرحوم کا نسخہ آزاد لائبریری، علی گڑھ میں آگیا ہے۔ ایک مکمّل نسخہ صولت پبلک لائبریری، رامپور میں اور دوسرا جامعہ ملّیہ اسلامیہ (دلی) کے کتب خانے میں ہے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ"

جناب عرشی مرحوم، صولت پبلک لائبریری، رام پور کے نسخے کے بارے میں لکھتے ہیں[2]:

[1] ذکرِ غالب۔ طبع پنجم ص ۱۶۶

[2] دیوانِ غالب نسخۂ عرشی ص ۱۲۸۔ مقدّمہ

"سرورق کی پہلی سطر کے آخر میں لفظِ تخلص کے اوپر سیّد محمّد خاں[1] کے دستخط ہیں ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ"

میرے کتب خانے میں اس ایڈیشن کے دو نسخے ہیں اور صولت پبلک لائبریری، رام پور والے نسخے کا عکس بھی ہے۔ جب تک میں نے عرشی صاحب کا بیان نہیں پڑھا تھا اور صولت پبلک لائبریری والے نسخے کا عکس نہیں دیکھا تھا، مجھے معلوم نہ تھا کہ سرورق کے لفظ تخلص پر بے معنی سا نشان حقیقت میں سیّد محمّد خاں کے دستخط ہیں۔ بہرحال میرے دو نسخوں میں سے ایک پر یہی دستخط بعینہٖ اسی جگہ موجود ہیں۔ وجہ نامعلوم۔ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے سب نسخوں پر دستخط کیے ہوں مگر ایک چھوٹ گیا ہو یا چند ہی نسخوں پر دستخط کیے ہوں جن میں سے ایک میرے کتب خانے میں ہے۔

دیوان ۱۰۹ صفحوں ہی کو محیط ہے۔ پہلا صفحہ سرورق کا ہے۔ دوسرا صفحہ خالی ہے۔ صفحات میں ۹۲ کا عدد دو دفعہ آگیا ہے مگر ص ۱۰۳ کے بعد ص ۱۰۴ چھوٹ گیا ہے۔ اس طرح پلڑے برابر ہو گئے ہیں۔

یہ ایڈیشن اتنا کم یاب ہے کہ مدّتوں اسے ایک نظر دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی رہیں۔ اب اس سے پہلے کہ باقی دو چار نسخے بھی دیمک یا وقت کی بھینٹ چڑھ جاتے میں نے اس کا عکسی ایڈیشن شائع کر کے اسے عام کر دیا ہے۔

[1] سر سیّد احمد خاں کے برادرِ بزرگ سیّد محمّد خاں۔ انتقال ۱۸۴۶ء (تلاشِ غالب ص ۱۱۶)

غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب کی اشاعت

(دیباچہ، تقریظ، خاتمۃ الطبع اور تعدادِ اشعار)

(ا) غالب نے اپنے اُردو دیوان کے پہلے ایڈیشن کا دیباچہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۸ھ[1] (۱۶ اپریل ۱۸۳۳ء) کو تمام کیا۔ تقریظ چھ سال بعد نواب ضیاالدّین احمد خاں نے ۱۲۵۴ھ (۳۹-۱۸۳۸ء) میں لکھّی۔ دیوان اکتوبر ۱۸۴۱ء میں اِس سرورق کے ساتھ چھپا۔

دیوان اسداللہ خانصاحب غالبؔ تخلّص
مرزا نوشہ صاحب مشہور کا دہلی میں سیّد محمد خاں بہادر کے چھاپہ خانے کے
لیتھوگرافک پریس میں شہر شعبان
۱۲۵۷ھ مطابق ماہِ اکتوبر ۱۸۴۱ عیسوی کو سیّد عبدالغفور کے
اہتمام میں چھاپا ہوا

---

[1] یہ تاریخ سب سے پہلے مولانا نظامی بدایونی نے منشی احمد علی شوق قدوائی کے مملوکہ نسخے سے اخذ کر کے اپنے شائع کردہ دیوان کے دوسرے ایڈیشن میں درج کی تھی

(ب) دیباچۂ غالب جو دیوانِ غالب طبعِ اوّل میں چھپا ہے، یہ ہے:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

دیباچہ

مشامِ شمیم آشنایان را صلا، و بہادِ انجمن نشینیان را مژدہ کہ لختی از سامانِ مجمرہ گردانی آمادہ، و دامنی از عودِ ہندی دست بہم دادہ است۔ نہ چوب ہای سنگ زدہ، پ خوردہ بہ ہنجارِ ناطبیعی شکستہ، بی اندام تراشیدہ، بلکہ بہ تبرِ شگافتہ، بکار در ریز ریز کردہ، بہ سوہان خراشیدہ۔

ایدون نفس گداختگیِ شوق بہ جستجوی آتشِ پارسی است۔ نہ آتشی کہ در گلخن ہای ہند افسردہ و خاموش، و از کفِ خاکستر بمرگِ خودش سیہ پوش بینی۔ چہ بردی مسلّم است؟ از ناپاکیِ استخوانِ مردہ نا ہار شکستن، و از دیوانگی بر شتۂ شمعِ مزار رشتہ آویختن ہر آینہ بدل گداختن نیرزد، و بزم افروختن را نشاید۔ رخِ آتش بہ صنع برافروزندہ، و آتش پرست را بیاد افزاہم در آتش سوزندہ نیک میداند کہ پژوہندہ در ہوای آن رخشندہ آذر نعل در آتش است کہ بچشم روشنی ہوشنگ از سنگ برون تافتہ، و در ایوان لہراسپ و گشتاسپ نمایانتہ، خس را فروغ عشق، ولالہ را رنگ، و مُغ را چشم، و کدہ را چراغ بخشیدہ یزدان [بخشندہ] درون سخن برافروز راسپاسم کہ شراری از آن آتش تابناک در خاکسترِ خویش یافتہ، بکاوکاوِ سینہ شتافتہ ام، و از نفس دمہ برآن بر نہادہ۔ بو کہ در اندک مایہ روزگاران آن مایہ فراہم تواند آمد کہ مجمرہ را از روشنائیِ چراغ و رائحۂ عود را بالِ شناسائیِ دماغ تواند بخشید۔

ہمانا نگارندۂ این نامہ را آن در سر است کہ پس از انتخابِ دیوانِ ریختہ بہ گرد آوردنِ سرمایۂ دیوانِ فارسی برخیزد، و باستفاضۂ کمالِ این فرّ پورِ فن پس زانوی خویشتن نشیند۔ اُمّید کہ سخن سرایانِ سخنور ستای، پراگندہ ابیاتی را کہ خارج از این اوراق یابند،

از آثار تراوشِ رگِ کلکِ این نامہ سیاہ لشنا سند و چامہ گرد آوردر ادرستایش نکوہشِ آن اشعار ممنون و ماخوذ لسگالند ۔

یارب این لوی ہستی ناشنیدۂ پیشینی [زنیستی] بہ پیدائی نارسیدہ، یعنی [نقش نابہ ضمیر آمدہ] نقاش کہ بہ اسد اللہ خاں موسوم و بہ میرزا نوشہ معروف و بہ غالب متخلص است، چنانکہ اکبر آبادی مولد و دہلوی مسکن است، فرجامِ کار نجفی مدفن نیز باد ۔

(ج) نواب ضیاالدین احمد خاں کی تقریظ یہ ہے ۔

تقریظ[1]

" بنام ایزد سہی بالا ناظورہ الیست از قدسی خانوادۂ فکر سر برزدہ گرم جلوہ گری دلا اُبالی خرام محجوبہ الیست، مقنعہ از رخ برداشتہ و دامن بہ کمر زدہ، در اندازِ پردہ دری ۔ یوسفتانی است حورانژادانِ معانی درِ دری دوش بدوش ۔ عبہر زاریست جلوہ گاہِ حیرتیانِ باختہ ہوش ۔ پہنا ور پرندیست، مانندِ سپہرِ ثوابت، گوہر آگین ۔ خورنق رونق شارسانیست، کارنامۂ تکینِ صد

[1] یہ تقریظ وہ ہے جو دیوانِ غالب طبع اوّل کے آخر میں شائع ہوئی تھی ۔ بعد کی اشاعتوں میں سال تصنیف تقریظ اور تعداد اشعار کے علاوہ معمولی سا ردّ و بدل ہوا ہے ۔ جیسے مجوبہ کی جگہ محبوبہ، بدوش کی جگہ بردوش، کارنامہ کی جگہ بارنامہ، بر گرسنہ چشمانِ سخن کی جگہ صرف گرسنہ چشمانِ سخن، بہزاد کی جگہ ارژنگ، ہم بمغز و ہم کی جگہ ہم بمغز پختہ و ہم، بہ سختہ کی جگہ نسختہ، ہمدستانان کی جگہ ہمداستانان، اشعار سے پہلے لفظ مثنوی کا اضافہ، مصرع دمِ روح القدس ور کشفِ معنی کی جگہ مہیں شاگرد عقلِ کلِ عالی، فرخندہ کش کی جگہ فرو ہیدہ کنش، المتخلص بغالب کی جگہ غالب، پوزش آئین کی جگہ پوزش آئین نیاز گستر، محمد ضیاء الدین کی جگہ ضیاء الدین نیر، قطعہ و رباعی کی جگہ قطعہ و مثنوی و رباعی، از ما کی جگہ از من، بر دیگراں کی جگہ برائے دیگراں وغیرہ ۔

نگارخانۂ چین ۔ فروغانِ چراغیست پری پروانہ ۔ سماوی ہیکلی ست حرزِ بازوے فرزانہ ۔ گوئی میکائیل نوال موکلی فراخ سماطی نہادہ است، و بر گرسنہ چشمانِ سخن را صلای عام در دادہ ۔ بیت اللہ تقدس معبدیست کہ کلیدش بدستِ فہم درست دادہ اند، و درش بر احرام بندانِ مزدلفۂ دل کشادہ ۔ سومنا تیست یک صنمستان زنار بندانِ خیال ورِ دی جبین سای ۔ ارتنگیست نمایش نقشہای بدیع پشتِ دستِ مانی و بہزاد برزمین سای ۔ ہر صفحہ ازین اوراق برہمنیست بید خوان ۔ ہر ورق ازین کتاب موبدی است استادان ۔ آئینہ خانہ الیست گیتی نما ۔ صفوتکدہ الیست مصفا ۔ پردہ گیانند حجلہ نشیں سرادقِ مریم کرداری ۔ شوخ چشمانند پردہ در نراز شاہدانِ بازاری ۔ تہی دستانند توانگر دل آزادگانند پادرگل ۔ عشاق طینتانند نجویشتن مائل ۔ سادہ پیکرانند نگارین دل ۔ ہاروت پیشگانند زہرہ فن ۔ برزین گوہرانند بابل مسکن ۔ سمندرانند قلزم کش ۔ نہنگانند سینہ پر آتش ۔ برشتگانند پختہ مغز ۔ ہم بمغز و ہم بپوست نغز ۔ بادہ آشامانند سیہ مست ۔ از خود رفتگانند بایکدگر ہمدست ۔ ہندی ضمانند پارسی گرد ۔ دہلی نژادانند صفاہان پرورد ۔

ہان و ہان، ترسم کہ آنچہ سرودم نسختہ باشی ہمانا، منتخب دیوان اردو زبان است ریختۂ کلکِ مسیحی فرتابِ خدام قسطاسِ دانش ۔ اسطرلابِ بینش، جوہر آئینۂ آفرینش معیار نقدِ گرانمایگی، معراج سُلّم بلند پایگی، قہرمانِ قلمروِ معنی پروری، فرمان فرمای گیہان سخنوری، گیتی خدایگانِ نو آئین نگاری، جہان سالارِ تازہ گفتاری، روان بخش کالبدِ سخن گستری، بینائی افزای چشمِ دیدہ وری، فرازندۂ لوای شوکتِ خامہ، فروزندۂ چراغِ دودۂ آمہ، آیۂ ناسخِ شہرتِ ہمداستانان، سرخیلِ انجمنِ نکتہ دانان ؎

سخن را از خیالش ارجمندی   معانی را زِ فکرش سربلندی
صریرِ خامہ اش بس دلپذیر است   بہشتی عندلیباں را صفیر است
مہین فرزندِ نہ آبای علوی   دمِ روح القدس در کشفِ معنی
جہاں را بید ریغ آموزگار است   گزین معنی شناسِ روزگار است

سر دسر دفترِ شیوا بیانان — درین فن، افتخارِ ہمزبانان
بجولانگاہِ معنی یکہ تازے — فلاطوں فطرتے، حکمت طرازے
زکلکش ریزشِ گنجِ معانی — چو ابرِ آذری، در دُر فشانی
زِصہبای سخن، سرشار گشتہ — ورق، از فکر او، گلزار گشتہ

موحّد کیش صافی منش ستودہ خوی و فرخندہ کیش، بُزرگ نہاد پاکیزہ گوہر، فرشتہ سرشت آزرم گستر، کیں گداز مہر پرور، خورشید فروغ کیوان فر، نکوہش نکوہِ ستایش ستای۔ کشورِ معنی را دہ خدای، سر تا سر وفا و فتوّت، دیدہ تا دل حیا و مروّت

درکِ مُصوّر، روحِ مُجسّم — عالمِ جان، و جانِ عالم

والا حسب، عالی نسب۔ سمّی و وصّی والیسین و خشور، آداشِ حضرتِ جارمیں دستورِ اعنی استادی، مرشدی، مولائی، اخی، میرزا اسد اللہ خان بہادر المتخلّص بہ غالب۔ اَللّٰہُمَّ کَمِّلِ الْکَلَامَ بِدَیْمُوْمَۃِ بَقَائِہٖ، وَحَصِّلِ الْمَرَامَ بِحَیْنُوْنَۃِ لِقَائِہٖ!

پوزش آئین محمد ضیاء الدّین، از دیر باز دالائی اندیشۂ لیست در آن اندیشندے و گرانی قدرِ سنگ اندران سنجیدے، کہ این گرامی برادر زادہ ہارا، کہ یگان یگان خلف الصدق دومان ضمیر بل البوالآبائے مضامینِ دلپذیر است بتعلیم نو آموزانِ نکو از بد نشناس برانگیزد، و این ارزندہ جواہر پارہ ہارا، کہ ہر ایک ازان سیمین ساعدِ شخص خرد را یارہ، و نازنین پیکرِ ہوش را گوشوارہ است، بر شمسۂ پیش طاقِ شناسائے برآویزد۔

بارے، کار سازِ ایزدِ بزرگ راہزاران سپاس کہ درین زمان کہ سنۂ مقدّسہ ہجریۂ نبویہ، عَلٰی صَاحِبِہَا اَفْضَلُ التَّحِیَّاتِ وَاَکْمَلُ الصَّلَوٰۃ۔ بہ یک ہزار و دو و لیست و پنجہ و چہار رسیدہ، آن دیرین بسیج و دل نشین آرزو بمساعدتِ روزگارِ راست ہنجار و فلاورزیِ بختِ بیدار خوشتر ازان کہ میخواستم، روائی گرفت۔ شادکامی در دل جاگزید و اندوہ گرد آوری بدر رفت۔

چون بہ احصای افرادِ این ہمایون صحیفہ شتافتم، ہمگی اشعارِ شعری شعارِ غزل و

قصیدہ و قطعہ و رباعی ہزار و نود و ہشت و اَند[1] یافتم۔

الا، یا توانا ہوشان، ہوشے! و شنوا گوشان، گوشے! بر شاہراہِ شناختِ فراوانی نیکو معانی باید رفت، نہ در پیغولۂ بیغارہ زنی خوردہ بر قلّتِ ابیات گرفت چنانکہ خود آن والا آموزگار، در گزارشِ این ہنجار، بپارسی نامۂ خویشتن در پردۂ سازِ آن گفتار خود می سراید۔

آرے، راست میفرماید۔ بیت:

نگوییم، تا نباشد نغز، غالب — چہ غم، گر ہست اشعارِ من اندک؟
از ما یادگارے و بر دیگران تذکارے باد! فقط تم تم ”

دیوان کے آخری صفحے ۱۰۹ پر ”غلط نامہ“ ہے۔

(د) دیوان میں کل اشعار ۱۰۹۶ ہیں۔ ۳ شعر دو بار چھپ گئے ہیں۔ اس طرح مواد کے لحاظ سے تعدادِ اشعار ۱۰۹۳ تسلیم کرنی چاہیے۔

(۲)

(ا) یہ ایڈیشن (دوسرا) مطبع دار السّلام دہلی واقع محلہ حوض قاضی سے مئی ۱۸۴۷ء میں چھپا تھا۔ دیباچہ پہلے ایڈیشن کے مطابق ہے۔

(ب) تقریظ میں تاریخِ تصنیفِ تقریظ ۱۲۵۴ھ ہی دی گئی ہے۔ مگر تعدادِ اشعار ”غزل و قصیدہ و قطعہ و رباعی یک ہزار و یک صد و اند“ بتائی گئی ہے۔ عموماً اند (بمعنی چند) سے مراد ۱، ۲، ۳، سے ۹ تک ہے جیسے الوری ے ہیچو تاریخ نہصد و چل و اند۔ تاہم دیوان کے کل اشعار ۱۱۵۸ ہیں۔

تقریظ کا لفظ ہٹا کر اس کی جگہ نثر رکھ دیا گیا ہے اور اس کے بعد بطورِ عنوان یہ عبارت (معلوم ہوتا ہے غالب کی طرف سے) بڑھادی گئی ہے۔

---

[1] تعدادِ اشعار کی بحث کے لیے دیکھیے مقدّمے کا باب بعنوان ”دیوانِ غالب۔ طبع ۱۹۷۱“

"دمیدنِ سپیدۂ سحری از تیرہ شبِ سوادِ اوراق، بفرِ فروغ گستری
عبارتِ تقریظ کہ پیدائیِ آن اثریست از آثارِ خرامِ خامۂ دلربا برادر،
بدل نزدیک بجان برابر، عالی دودمان والاگہر
نوّاب ضیاء الدین احمد خان بہادر، سلّمہ اللہ تعالیٰ!

(ج) خاتمۃ الطبع کے طور پر یہ جملہ ہے "تمت تمام شد"۔

(د) جناب عرشی مرحوم دیوانِ غالب اُردو (پہلی بار ۱۹۵۸ء ص ۹۷ دیباچہ) میں دوسرے ایڈیشن (۱۸۴۷ء) کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"نیّر کی تقریظ میں تاریخ ۱۲۵۴ھ ہی ہے مگر اشعار کی تعداد، ایک ہزار و یک صد و اند، بنا دی گئی ہے گویا چھ برس کے اندر میرزا صاحب نے اُردو کے کل چودہ شعر کہے تھے جو اس نسخے میں بڑھا دیے گئے۔ دونوں ایڈیشنوں (پہلے اور دوسرے) کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نواب تجمل حسین خاں کی مدحیہ غزل کا اضافہ ہوا ہے جس کے ۱۴ شعر ہیں - - - - - - - - - -"

اس سے پہلے ص ۹۶ پر عرشی صاحب کہہ چکے ہیں کہ پہلے ایڈیشن میں کل ۱۰۹۸ یا (۳ شعر جو دوبار چھپ گئے ہیں کم کر کے) ۱۰۹۵ شعر ہیں۔ اسی طرح دوسرے ایڈیشن میں (۱۴+۱۰۹۸) ۱۱۱۲ یا (۱۴+۱۰۹۵) ۱۱۰۹ ہوئے۔

پھر اسی دیوان کی اشاعت دوم (۱۹۸۲ء۔ ص ۱۳۲ مقدمہ) میں وہی بات دہراتے ہیں۔ صرف یہ ترمیم کرتے ہیں کہ "چودہ شعر" کی جگہ "سولہ شعر" بنا دیتے ہیں۔ جس کا سبب بیسنی روٹی والا دو شعر کا قطعہ ہے جو پہلے ان سے گنتی میں چھوٹ گیا تھا۔ پہلے ایڈیشن کے اشعار کے شمار میں جو سہو ہو گیا تھا وہ بھی دیباچے کے ص ۱۳۱ پر درست کر لیا گیا ہے۔ اب شعر ۱۰۹۶ یا (۳ شعر کم کر کے) ۱۰۹۳ دیے گئے ہیں جو قطعی درست ہے۔ مگر عرشی صاحب کی اس ترمیم کے باوجود دوسرے ایڈیشن میں اب بھی تعدادِ اشعار وہی رہی یعنی (۱۶+۱۰۹۶) ۱۱۱۲ یا (۱۶+۱۰۹۳) ۱۱۰۹ شعر۔

جناب مالک رام بھی دیوانِ غالب (تاریخِ اشاعت فروری ۱۹۶۹ء) کے ص ۷ پر 'تعارف' میں دوسرے ایڈیشن کی تعدادِ اشعار ۱۱۱۱ بتاتے ہیں۔ پھر دیوانِ غالب صدی ایڈیشن (جو ظاہر ہے ۱۹۶۹ء ہی کی تالیف ہے) کے ص ۱۹ پر رقم طراز ہیں۔

"اس نسخے میں (۱۱۱۱) شعر ہیں۔ یعنی طبعِ اوّل سے ۱۶ زیادہ: ایک تو وہی بیسنی روٹی والا دو شعروں کا قطعہ ہے۔ دوسری "جاں کے لیے" کی زمین کی آخری غزل، جس میں نواب تجمل حسین خاں کی مدح کا قطعہ ملتا ہے۔ اس میں چودہ شعر ہیں۔ - - - - - - - - - - - -"

اس سے پہلے ص ۱۶ پر جناب مالک رام بھی پہلے ایڈیشن میں (۳-۱۰۹۸) ۱۰۹۵ شعر ہی بتاتے ہیں۔ اس طرح اس تعداد میں ۱۶ اشعار کا اضافہ کر کے میزان (۱۱۱۱) ہو جاتی ہے۔ ۱۹۸۵ء میں بھی جناب مالک رام "گفتارِ غالب" (ص ۱۶۷ اور ص ۱۶۹) میں یہی بات دہراتے ہیں۔

عرشی صاحب نے دیوان غالب کی دونوں اشاعتوں میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ دیوانِ غالب کے ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۷ء کے ایڈیشنوں کے مقابلے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دوسرے ایڈیشن (۱۸۴۷ء) کی تعدادِ اشعار ۱۱۱۲ یا ۱۱۰۹ ہے۔ یعنی پہلے ایڈیشن کے تمام کے تمام ۱۰۹۶ یا ۱۰۹۳ اشعار، اور ۱۶ مزید اشعار، مل کر دوسرے ایڈیشن کا کل اثاثہ بنتے ہیں۔ وہ حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ "چھ برس کے اندر میرزا صاحب نے اُردو کے کل سولہ شعر کہے تھے"۔

عرشی صاحب معتبر ترین محققوں میں شمار کیے جاتے ہیں اس لیے جناب مالک رام نے عرشی صاحب کے دعوے کو من و عن تسلیم کر لیا مگر حیرت اس بات پر ہے کہ عرشی صاحب دونوں ایڈیشنوں کا مقابلہ کرنے میں اتنی بڑی چوک کیونکر کر گئے۔

اب حقیقتِ حال ملاحظہ فرمائیے۔

پہلے ایڈیشن کے کل شعر ۱۰۹۶

کلکتہ کا جو ذکر...؛ والے قطعے کے شعر جو سہوًا دوبار چھپ گئے −۳ / ۱۰۹۳

یہ ۲ شعر پہلے ایڈیشن میں ہیں مگر دوسرے میں نہیں

ے دل میں ہے یار کی صفِ مژگاں سے روکشی
حال آنکہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں (ص ۴۹)

ے بے چارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی
کعبے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہمن کے پانو (ص ۵۳) −۲ / ۱۰۹۱

گویا دوسرے ایڈیشن میں پہلے ایڈیشن کے ۱۰۹۶ نہیں بلکہ ۱۰۹۱ اشعار ضم ہوئے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ دوسرے ایڈیشن میں نئے شعر کتنے لیے گئے۔

- قطعہ ے نہ پوچھ اس کی حقیقت... بیسن کی روغنی روٹی ۲
- غزل ے نویدِ امن ہے بیدادِ دوست جاں کے لیے ۱۴
- ” ے کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں ۹
- ” ے ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہیں ۱۲
- ” ے ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں ۱۳
- ” ے کل کے لیے کر آج نہ خسّت شراب میں ۱۱
- پہلا ایڈیشن ص ۲۵۔ غزل میں ایک شعر کا اضافہ ہوا

ے محابا کیا ہے، میں ضامن، ادھر دیکھ
شہیدانِ نگہ کا خوں بہا کیا ۱

- پہلا ایڈیشن ص ۲۹۔ غزل میں ایک شعر کا اضافہ

ے خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی
ان کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد ۱

- یہ شعر دیوان میں بڑھایا گیا ے

سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبہائے ہجراں کی ۱

(دوسرے ایڈیشن میں سہوًا ہجراں کی جگہ ہجاں چھپ گیا ہے)

- پہلا ایڈیشن ص ۹۵ ”منتخب قصیدہ منقبت علی مرتضیٰ علیہ السلام“۔ اس سے ۳ شعر حذف کر دیئے گئے تھے اب وہ دوسرے ایڈیشن میں بحال کر دیے گئے ہیں۔ محذوف اشعار کے شروع کے لفظ یہ ہیں (۱) وہ شہنشاہ (۲) فلک العرش (۳) سبزہ چمن ۳ / ۶۷

میزانِ اشعارِ نو جو داخلِ دیوان ہوئے ۶۷

میزانِ اشعار (پہلا ایڈیشن) ۱۰۹۱

دیوانِ غالبؔ (دوسرا ایڈیشن) کے کل اشعار ۱۱۵۸

(۳)

(ا) یہ ایڈیشن (تیسرا) ”در مطبع احمدی باہتمام امو جان طبع“ ہوا تھا۔ دیباچے میں کوئی ترمیم نہیں۔

(ب) تقریظ میں سنہ ۱۲۷۱ھ کر دیا گیا ہے اور تعدادِ اشعار ۱۶۹۵ لکھی گئی ہے حالانکہ صحیح تعداد ۱۷۹۶ ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

(ج) تقریظ کے بعد نواب ضیاالدّین احمد خاں (جنھیں اس دیوان میں کم از کم دو بار نواب محمد ضیاالدّین خاں لکھا ہے) کا ”قطعہ تاریخِ انطباعِ دیوان“ ہے ے

ہوا ہے حضرتِ غالبؔ کا منطبع دیوان — صلائے فیض بگویندگانِ ریختہ ہے
یہی کتاب ہے جس میں کہ اوستادانہ — بیانِ ریختہ ہے اور زبانِ ریختہ ہے
بنائے ریختہ استاد ہی نے ڈالی ہے — اسی سے قایم اساسِ جہانِ ریختہ ہے

زمینِ شعر میں اترا ہے لشکرِ ابیات　　سو یہ رسالہ نامی نشانِ ریختہ ہے
بنائے ریختہ ایک اور دوسری تاریخ　　بذہنِ نیّرِ درخشاں بیانِ ریختہ ہے

ایک اور قطعۂ تاریخ درج ہے جو مرزا یوسف علی خاں عزیز شاگردِ غالب کا طبع زاد ہے ؎

سرورِ ریاضِ فضل محمد حسین خاں　　ہیں رونقِ بہارِ گلستانِ ریختہ
کہتے ہیں شعر خوب سمجھتے ہیں شعر خوب　　تحسیں تخلّص اور زباں دانِ ریختہ
چھاپا انھوں نے حضرتِ غالب کا کُلّیات　　وہ کُلّیات جس سے بڑھے شانِ ریختہ
غالب کا میرزا اسد اللہ خاں ہے نام　　ہے واقعی وہ شیرِ نیستانِ ریختہ
لکھّی عزیزِ خستہ نے تاریخِ انطباع　　حاسد کے سر کو کاٹ کے دیوانِ ریختہ

عبارتِ خاتمۂ دیوان : " داد کا طالب غالب، گزارش کرتا ہے کہ یہ دیوانِ اُردو تیسری بار چھاپا گیا ہے۔ مخلص و داد آئین میر قمر الدّین کی کارفرمائی اور خان صاحب لطافت نشاں محمد حسین خاں کی دانائی مقتضی اس کی ہوئی کہ دس جزو کا رسالہ ساڑھے پانچ جزو میں منطبع ہوا۔ اگرچہ یہ انطباع میری خواہش سے نہیں، لیکن ہر کاپی میری نظر سے گزرتی رہی ہے اور اغلاط کی تصحیح ہوتی رہی ہے۔ یقین ہے کہ کسی جگہ حرفِ غلط نہ رہا ہو۔ مگر ہاں ایک لفظ میری منطق کے خلاف نہ ایک جگہ بلکہ سو جگہ چھاپا گیا ہے۔ کہاں تک بدلتا ؟ ناچار جا بجا یونہی چھوڑ دیا۔ یعنی 'کسو' بکافِ مکسور و سینِ مضموم و واوِ معروف۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لفظ صحیح نہیں۔ البتہ فصیح نہیں۔ قافیے کی رعایت سے اگر لکھّا جائے تو عیب نہیں، ورنہ فصیح بلکہ افصح 'کسی' ہے۔ واو کی جگہ یائے تحتانی۔ میرے دیوان میں ایک جگہ قافیہ 'کسو' بہ واو ہے اور سب جگہ 'کسی' بہ یائے تحتانی ہے۔ اس کا اظہار ضرور تھا۔ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ کیا آشفتہ بیانی ہے ؟ اللہ بس، ماسوا ہوس "۔

آگے یہ عبارت درج ہے۔

" مطبع احمدی میں واقع دلہا ای امو جان کے اہتمام سے بیسویں محرم الحرام سنہ ۱۲۷۸ ہجری کو مطبوع ہوا "

(د) معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۷۰ھ (۵۴-۱۸۵۳ء) میں جب غالب نے اپنے دیوان کے تیسرے ایڈیشن کے لیے مسوّدہ تیّار کیا تو جیسا کہ تقریظ میں لکھّا گیا، مندرجہ اشعار کی تعداد ۱۶۹۰ اور چند تھی۔ پھر جب انھوں نے ۱۲۷۱ھ (۲۴ ستمبر ۱۸۵۴ء تا ۱۲ ستمبر ۱۸۵۵ء) میں یا اُس کے کچھ عرصے بعد اپنا دیوان نواب یوسف علی خاں ناظم والیِ رام پور کو تحفے میں بھیجا تو اس میں ۱۷۹۵ شعر درج کیے گویا ۱۰۴ اشعار کا اضافہ کیا۔ (کیونکہ قرائن سے پتا چلتا ہے کہ "۱۶۹۰ اور چند" سے مُراد ۱۶۹۱ اشعار تھی)۔

جب اسی دیوان کی نقل لے کر اور اس میں ذیل کا شعر

مقطعِ سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر
عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو

اضافہ کر کے اسے آخرِ جولائی ۱۸۶۱ء کو مطبعِ احمدی دہلی سے چھپوایا تو اس میں تعدادِ اشعار ۱۷۹۶ ہو گئی۔ یہ تمام اشعار ۱۸۵۷ء سے پہلے کے کہے ہوئے ہیں اور جو اشعار "۱۶۹۰ اور چند" کی تعداد کی تحت میں آتے ہیں وہ تقریبًا ۱۸۵۴ء کے وسط تک کہے جا چکے تھے۔ لہٰذا اضافہ (جو میری دانست میں، مندرجۂ بالا ایک شعر کے علاوہ ۱۰۴ اشعار کا ہے) ذیل کے کلام پر مبنی ہے جو تمام کا تمام ۱۸۵۵ء کا کہا ہوا ہے :

قطعہ	اے شہنشاہِ آسماں	۳۰ شعر
"	نصرت الملک بہادر	۷ "
"	ہے چہار شنبہ	۵ "
"	سہل تھا مسہل	۲ "
"	سیہ گلیم ہوں	۲ "

قطعہ	گو ایک بادشاہ	۲ شعر
مثنوی	ہاں، دلِ دردمند	۳۳ "
رُباعی	ان سیم کے بیجوں	۲ "
غزل	اعتقاد نہیں (قافیہ، ردیف)	۷ "
"	گذشت کو (" ")	۴ "
"	بہار آئی (" ")	۷ "
"	شہر یار کی (" ")	۳ "
	میزان	۱۰۴ شعر

تقریظ میں سالِ تقریظ تو ۱۲۷۱ھ (۵۵/۱۸۵۴ء) کر دیا ہے مگر تعدادِ اشعار وہی "یک ہزار و ششش و ولو دو پنج واند" (پنج، اضافۂ کاتب ہے) لکھی رہ گئی جو حقیقت میں ۱+۱۷۹۵ = ۱۷۹۶ ہے۔

(۴)

(ا) یہ ایڈیشن (چوتھا) "مطبع نظامی واقع کانپور" میں چھپا۔ دیباچے میں کوئی ترمیم نہیں۔

(ب) اس میں نواب ضیاالدّین احمد خاں کی لکھی ہوئی تقریظ شامل نہیں۔

(ج) خاتمۃ الطّبع کی عبارت یہ ہے۔

"بخدمتِ اربابِ سخن عرض کرتا ہے۔ امیدوارِ رحمت و غفران محمد عبدالرحمٰن بن حاجی محمد روشن خان طیب اللہ ثراہ کہ اس سے پہلے دیوانِ بلاغت نشان جناب نواب اسداللہ خاں غالبؔ کا دہلی میں چھپا لیکن بسبب سہو و نسیان کے بعض مقام میں تغیّر و تبدّل ہوا۔ اس لیے جناب مجمع لطفِ بیکراں محمد حسین خاں صاحب دہلوی نے بعد نظرِ ثانی اور تصحیح جنابِ مُصنّف کی ایک نُسخہ میرے پاس بھیجا۔ میں نے بافضالِ ایزدی مطابق اسی نسخہ کے شہر ذی حجہ ۱۲۷۸ھ ہجری مطبع نظامی واقع شہر کانپور میں صحتِ تمام اور درستیِ کمال سے چھاپا۔ اُمید کہ جب ناظرین اس کے مطالعہ سے

حلاوتِ سخن کی پائیں مہتمم کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ فقط"

پھر خواجہ طالب حسین طالبؔ کے قطعۂ تاریخ اور مالکانِ مطبع کے دستخط اور مُہر پر دیوان ختم ہوتا ہے۔ قطعۂ تاریخ یہ ہے ؎

کیا ہی دیوان چھپا غالبؔ کا ۔۔۔ دیکھ کر سب نے کہا خوب ہے یہ
بس کہ ہر ایک کو مرغوب ہوا ۔۔۔ ٹھہری تاریخ کہ مرغوب ہے یہ

۱۲۷۸ھ

(د) اس ایڈیشن میں سب ایڈیشنوں سے زیادہ شعر ہیں یعنی ۱۸۰۲ اشعار۔ میں نے ابھی ۱۹۸۷ء میں اس کا عکسی ایڈیشن ایک وضاحتی پیش لفظ کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔

(۵)

(ا) اس ایڈیشن (پانچویں) کے سرورق کی عبارت یہ ہے۔

" العلم قوۃ
۱۸۶۳ء
دیوانِ غالبؔ
مطبع مفیدِ خلائق آگرہ میں اہتمام سے منشی شیونارائن کے چھپا "

(ب) دیباچہ مثلِ سابق ہے

(ج) تقریظ میں کوئی ردّ و بدل نہیں۔ تعدادِ اشعار "یک ہزار و ہفصد و لود و اند" بتائی گئی ہے۔ سالِ تصنیف تقریظ ۱۲۷۱ھ ہی ہے۔

(د) خاتمۃ الطبع ندارد۔

(ہ) صحیح تعدادِ اشعار ۱۷۹۵ ہے۔

غالبؔ کی زندگی میں شائع ہونے والے یہ پانچوں ایڈیشن میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ ان کی حالت اطمینان بخش ہے مگر بعض مقامات دیمک چاٹ گئی ہے اور بعض اوراق کے کچھ حصّے ضائع ہو چکے ہیں۔ اس لیے گزارش ہے کہ اگر کوئی صاحب میری دی ہوئی معلومات سے پورے طور پر مطمئن نہ ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مطلوبہ معلومات میری دسترس سے باہر ہیں۔